امداد فی ماثر الاجداد

مؤلف:- شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مترجم:- پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے

الحمد للہ الذی بنعمتہ	تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس کی
تتم الصالحات و علیٰ فضلہ	نعمت سے نیکیاں پوری ہوتی ہیں۔ اور اس کے
المعول فی جمیع الحالات	کرم پر ہر حالت میں رجوع کیا جاتا ہے۔

وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد
والہ وصحبہ اجمعین۔

اس کے بعد فقیر ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم کہتا ہے کان اللہ تعالیٰ لہما فی الآخرۃ والاولیٰ (اللہ تعالیٰ ان دونوں کے لئے آخرت اور اس دنیا میں ہو جائے) کہ یہ چند ورق اس فقیر کے بعض بزرگوں کے احوال کے بیان میں ہیں، اس کا نام امداد فی ماثر الاجداد رکھا گیا ہے، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے)
پوشیدہ نہ رہے کہ اس فقیر کا سلسلۂ نسب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے:۔

نسب نامہ[1] | فقیر ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم بن شہید وجیہ الدین بن معظم بن منصور بن

---

[1] ذیلی عنوان مترجم نے قائم کئے ہیں ۔

احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قادن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بدہ بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن محمد عطار ملک بن ابوالفتح ملک[1] بن عمر حاکم ملک[2] بن عادل ملک بن فاروق[3] بن جرجیس بن احمد[4] بن محمد شہریار بن عثمان بن ماماں[5] بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ[6] بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین ۔

---

[1] الثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان) میں عبدالشاہد خاں شروانی نے شیر الملک شاہ ایرانی بن شاہ عطار الملک بن ملک بادشاہ لکھا ہے (الثورۃ الہندیہ ص ۱۲ بجنور سنہ ۱۹۴۷ء) ۔

[2] شروانی صاحب نے صرف "حاکم" لکھا ہے (الثورۃ الہندیہ ص ۱۲)

[3] شروانی صاحب نے "تارون" لکھا ہے ایضاً ص ۱۲ ۔

[4] شروانی نے "احمد نامدار" لکھا ہے ایضاً ص ۱۲ ۔

[5] در نسخہ الف "ماہان" اور شروانی صاحب نے "داماں" لکھا ہے ۔

[6] در نسخہ الف "عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رض" حضرت عبداللہ (ف سنہ ۷۳ھ) بن عمر فاروق رض کے بارہ فرزند (۱) ابوبکر (۲) ابوعبیدہ (۳) واقد (۴) عبداللہ (۵) عمر (۶) عبدالرحمٰن (۷) سالم (۸) عبیداللہ (۹) حمزہ (۱۰) زید (۱۱) بلال (۱۲) ابوسلمہ تھے (کتاب الطبقات الکبیر (ابن سعد) جلد چہارم ص ۱۰۵ طبع برلن سنہ ۱۳۲۳ھ و تہذیب التہذیب جلد پنجم ابن حجر عسقلانی حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۲۶ھ) ان میں سے کسی فرزند کا نام عفان یا محمد نہیں ہے ۔ شاید یہاں یہ بات خالی از دلچسپی نہ ہو کہ فاروقیانِ ہند کے بعض خاندان (مدراس، گوپا مئو، اودھ، امروہہ، بچھرایوں (ضلع مرادآباد) شیخوپور (بدایوں) تھانہ بھون، جونپور) اپنا شجرہ نسب، حضرت عبداللہ بن عمر کے ایک صاحبزادے ناصرالدین یا ناصر سے ملاتے ہیں حالانکہ کتبِ رجال میں ان کے کسی فرزند کا نام ناصرالدین یا ناصر نہیں ہے، تاریخ وانساب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو "فاروقیان ہند و پاکستان" کے شجروں پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس سلسلے میں شیخ وحید احمد مسعود ساکن شیخوپور (ضلع بدایوں، یوپی) نے جو خاندانی اعتبار سے فریدی فاروقی ہیں، اپنی کتاب "سوانح حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر ص ۵۳ ـ ۵۹) میں نہایت مبصرانہ اور صحت مند بحث کی ہے جو پاک اکیڈمی (۱/۱۴۱ وحید آباد) کراچی ۱۸ سے سنہ ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔

پرانے نسب ناموں میں جو رہتک میں اور شاہ ارزانی بدایونی[1] کے خاندان میں موجود ہیں کہ جن کا نسب سالار حسام الدین بن شیر ملک سے ملتا ہے[2] (ان میں) ایسا ہی پایا گیا ہے اور پرانے زمانے میں "ملک" تعظیم کے لئے تھا[3] جیسے ہمارے زمانے میں "خان"

---

[1] بدایوں کے سلسلہ میں مختلف کتب تواریخ، مختلف خاندانوں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شجرے خاکسار کے پیش نظر ہیں مگر ان بزرگ "شاہ ارزانی" کا کہیں کوئی سراغ نہیں ملتا۔

[2] شاہ ارزانی بدایونی کی اولاد میں مشہور عالم و فاضل مولانا فضل حق خیرآبادی (ف ۱۸۶۱ء) بیان کئے جاتے ہیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے شاہ ارزانی کو بصراحت شیر ملک کے بیٹے "سالار حسام الدین" کی اولاد میں بتایا ہے (خاکسار کے پیش نظر امداد فی مآثر الاجداد کے تین مختلف مطابع کے مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔ تینوں میں شیر ملک کے لڑکے کا نام سالار حسام الدین لکھا ہے) مگر مولانا فضل حق خیرآبادی کے سوانح نگار مولوی عبدالشاہد خاں شیروانی (الثورة الهندیہ ص ۱۲-۱۳) اور مفتی انتظام اللہ شہابی (مولوی فضل حق خیرآبادی اور پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۸ طبع کراچی ۱۹۵۷ء) نے ان کو بغیر کسی حوالے اور شاہ ولی اللہ کی اس صراحت کو نظرانداز کرتے ہوئے شیر ملک کے ایک اور بیٹے "بہار الدین" کی اولاد میں شاہ ارزانی کو بتایا ہے، گوپامئو کے انساب پر مولوی مصطفٰے علی خاں گوپاموی (ف ۱۲۳۴ھ) کا مشہور رسالہ "تذکرۃ الانساب" (طبع مدراس ۱۹۵۵ء) خاکسار کے پیش نظر ہے اس میں انہوں نے شاہ ارزانی کا اوپر کا سلسلہ مطلق نہیں دیا ہے۔ عبدالشاہد خان شیروانی اور مفتی شہابی صاحب نے کہیں اپنے مآخذ کا ذکر نہیں کیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ شاہ ولی اللہ کی صراحت کے باوجود انہوں نے سالار حسام الدین کی بجائے بہار الدین کیوں اور کہاں سے لکھا ہے۔

شروانی صاحب نے بہار الدین کو مفتی بدایوں بھی لکھا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ کس تاریخ یا کتاب کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔

[3] "ملک" کا لفظ آج بھی پنجاب میں تعظیم کے لئے بولا جاتا ہے۔

عجیب حالات میں سے ایک بات یہ ہے بعض لوگ ذکر کرتے ہیں، واللہ اعلم کہ انہوں (شیخ شمس الدین مفتی) نے وصیت کی کہ نماز کے بعد ان کے جنازہ کو اس مسجد میں رکھ دیں کہ جو ان کی عبادت گاہ اور اعتکاف گاہ تھی اور تھوڑی دیر کے لئے اسے (مسجد کو) خالی چھوڑ دیں اس کے بعد اگر (جنازہ کو) موجود پائیں تو اسے دفن کر دیں ورنہ واپس چلے آئیں۔ چنانچہ ایسا ہی عمل کیا گیا جب ایک گھڑی کے بعد دیکھا تو جنازہ کا نشان موجود نہ تھا۔

جب حضرت والد بزرگوار (شیخ عبدالرحیم) قدس سرہٗ اس حکایت کو بیان کرتے تھے تو وہ اس کی تائید کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے حالات کی کتابوں میں اس واقعہ کو میں نے دیکھا ہے۔ ہر چند ان بزرگ کے نام کو معلوم کیا مگر معلوم نہ ہوا۔

بعض قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں ذی اقتدار (شخص) اس قسم کے قصبات میں سکونت اختیار کرتا تھا تو قضاء، احتساب اور افتاء وغیرہ کے اعتبار سے قصبہ کی ذمہ داری اس کے سپرد ہوتی تھی۔ اور بغیر اس (منصب) کے بھی قاضی، محتسب اس کو پکارتے تھے[۱] واللہ اعلم۔

اس بزرگ (شمس الدین مفتی) کے زندگی کے دن پورے ہونے کے بعد ان کی اولاد میں لائق ترین کمال الدین مفتی تھے جو ان کے طریقہ پر ان امور کے ذمہ دار ہوئے۔ اور ان کے بعد ان کے لڑکے قطب الدین اور ان کے بعد اُن کے لڑکے عبدالملک نے اسی انداز پر اپنی زندگی کے دن گزارے۔

قاضی بدہ بن عبدالملک

ان بزرگوں کے گزرنے کے بعد عہدۂ قضا کا منصب ان شہروں میں قائم ہوا۔ قاضی بدہ بن عبدالملک مذکور نے

۱؎ قاضی و محتسب کے باقاعدہ سرکاری منصب تھے، لہذا ان مناصب کے بغیر کسی کو قاضی و محتسب کیسے پکارا جا سکتا تھا۔ آج کل بھی کسی کو جج یا سپرنٹنڈنٹ پولیس بغیر منصب کے نہیں پکار سکتے ہیں۔

اپنی موروثی ریاست کی حفاظت کی وجہ سے منصب قضاء اختیار کیا[1]۔ ان کے بعد ان کے دو لڑکے ہوئے، ایک قاضی قاسم کہ جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ دوسرے لڑکے منگن تھے ان کے بعد ان کے ایک لڑکے ہوئے جن کا نام یونس تھا۔

قاضی قاسم قاضی قاسم کے دو لڑکے ہوئے۔ ایک قاضی قادن کہ جو اپنے باپ کے جانشین اور شہر کے رئیس تھے۔ بظاہر ان کا نام عبدالقادر یا قوام الدین ہے۔ ہندوؤں کی زبان پر نام بگڑ گیا۔ واللہ اعلم[2]۔ دوسرے لڑکے کمال الدین[3] تھے اور ان (کمال الدین) کا ایک لڑکا رہا کہ جس کا نام نظام الدین تھا۔

شیخ محمود قاضی قادن کے دو لڑکے ہوئے۔ شیخ محمود و شیخ آدم کہ جن کا عرف بھائی خاں تھا۔ ان کی نسل باقی رہی۔ شیخ محمود اپنے خاندان میں بزرگ تھے۔ اور کسی سبب سے انہوں نے عہدۂ قضاء اختیار نہ کیا اور سرکاری ملازمت اختیار کرلی[4] اور انہوں نے اس

---

[1] شاہ ولی اللہ نے شمس الدین مفتی کے پڑپوتے قطب الدین کے گزرنے کے بعد ان شہروں (رہتک وغیرہ) میں عہدۂ قضاء کا قیام بتایا ہے۔ حالانکہ آغاز مضمون میں رہتک میں سادات و قریش کی کثیر آبادی بتائی ہے اور بتایا ہے کہ وہ اس علاقہ کا سب سے زیادہ بارونق شہر تھا تو گویا ڈیڑھ دو سو برس تک وہاں عہدۂ قضا قائم نہ ہوا حالانکہ آثار الاجداد (ص۹) کے مؤلف نے بتایا ہے کہ سنہ ۱۲۲۰ھ تا سنہ ۱۲۲۵ء کے درمیان (شروع ساتویں ہجری میں) (یعنی مفتی شمس الدین کے زمانے میں) رہتک کے قاضی قوام الدین مقرر ہوئے اور اس کے بعد یہ عہدہ ان کی اولاد کے پاس رہا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ رہتک کے علاوہ کسی اور قصبہ کے قاضی مقرر ہوئے ہوں گے

[2] یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہندوؤں کی زبان پر کیوں بگڑا، شجرہ میں تو مسلمانوں نے ان کو قاضی قادن لکھا ہے، اور پھر شیخ بدہ بھائی خان اور منگن تو بالکل ہندی نام ہیں، شاہ صاحب نے ان کی توجیہ نہیں فرمائی۔

[3] در نسخہ الف "الہ دین"۔

[4] مسلم عہد حکومت میں "عہدۂ قضا" ایک سرکاری منصب تھا (ملاحظہ ہو دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ص۱۶۱ (لاہور ۱۹۴۴ء)۔

ملازمت میں زمانہ کے سرد وگرم دونوں دیکھے۔ ان کے ظاہری حالات رہتک کے صدیقیوں کی طرح تھے۔ ان کی شادی سونی پت کے سادات کی ایک لڑکی آفریدہ[۱] سے ہوئی اور اس شادی کا نتیجہ شیخ احمد تھے۔ شیخ احمد بچپن میں رہتک سے چلے گئے اور شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالحکیم کے ساتھ انہوں نے نشوونما پائی۔ انہوں (شیخ عبدالغنی) نے اپنی لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دی اور ایک مدت تک ان (احمد) کی تربیت کی۔ اس کے بعد وہ رہتک واپس آگئے۔ قلعہ کے باہر ایک عمارت بنا کر اپنے عزیزوں اور متعلقین (رعایا) کو اپنے ساتھ رہنے کو جگہ دی۔

شیخ منصور بن احمد

شیخ احمد کے بعد ان کے بیٹوں میں سے دو کی اولاد باقی رہی۔ ایک شیخ منصور تھے جو شجاعت و حلم[۲] وغیرہ صفات ریاست سے متصف تھے۔ انہوں نے پہلے شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالغنی مذکور کی لڑکی کے ساتھ شادی کی جو ان کے ماموں تھے۔ جس کا نتیجہ شیخ معظم اور شیخ اعظم ہوئے۔ اور پھر اس کی وفات کے بعد دوسری شادی کی جس سے شیخ عبدالغفور اور اسمٰعیل پیدا ہوئے[۳]۔ اور دوسرے شیخ حسن تھے جو منضبط الحال اور صاحب جمعیت تھے۔ اُن کے دو لڑکے محمد سلطان اور محمد مراد تھے۔ حضرت والد بزرگوار (شیخ عبدالرحیم) نے محمد مراد کو دیکھا تھا۔

شیخ مراد

ان (محمد مراد) کی قوت گرفت کا عجیب مشاہدہ کیا گیا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسی ۸۰ سال کی عمر میں انگوٹھے اور شہادت کی انگلی میں دینار کو لے کر (نقوش کو) مسل ڈالتے تھے اور اس کو دوہرا کر دیتے تھے۔

جب انہوں نے حضرت والد ماجد (شیخ عبدالرحیم) کو بچپن میں دیکھا تو کہا کہ اس لڑکے سے میرے دل پر رعب و ہیبت طاری ہوتی ہے جیسا کہ اس کے دادا شیخ معظم کے دیکھنے سے ہیبت آتی تھی۔ اس صفحہ کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ مطالعہ کرنے والا

---

[۱] در نسخہ الف "فریدہ"۔ [۲] در نسخہ الف "حکم"۔

[۳] پیراگراف کے آغاز سے اس جملہ تک نسخہ الف میں عبارت بے ربط اور مغلق ہے۔

(سلسلۂ) نسب کے اس حصہ پر مطلع ہو جاتے کہ اس سے صلۂ رحم مقصود ہوتا ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاةٌ فِی الْاَثَرِ۔ رواہ الترمذی والحاکم[1]	اپنے نسب کا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ سے رشتہ داریاں قائم رہیں کیونکہ صلۂ رحمی محبت کا ذریعہ ہے اس کی بدولت مال بڑھتا ہے اور عمر بڑھتی ہے۔

شیخ عبدالغنی

اس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے شیخ عبدالغنی مذکور کی بعض اولاد سے سنا ہے کہ وہ (شیخ عبدالغنی)، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ عالم اور صاحب تقویٰ تھے اور جلال الدین اکبر بادشاہ اُن کو بزرگ اور ذی عظمت سمجھتا تھا۔ اس کے بعد جب بادشاہ نے بے دینی اور گمراہی اختیار کرلی تو وہ محبت کا تعلق ختم ہو گیا۔ اور دونوں طرف سے پوری پوری نفرت ظہور پذیر ہوئی[2] ایک مدت کے بعد بادشاہ کو چتور کی مہم پیش آئی[3]۔ اس طرف لگاتار فوجیں بھیجی جاتی تھیں اور فتح حاصل نہیں ہوتی تھی۔

---

[1] ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ حدثنا احمد بن محمد، حدثنا عبداللہ بن المبارک عن عبدالملک بن عیسی الثقفی عن یزید مولی المنبعث عن ابی هریرۃ عن النبی جلد اول ص ۱۹۲ (مرتبہ مولانا احمد علی سہارن پوری طبع مکتبہ رحیمیہ دیوبند)۔

[2] شیخ عبدالغنی کو، عالم متقی اور اکبر بادشاہ کی نظر میں بزرگ اور ذی عظمت بیان کیا گیا ہے۔ بادشاہ کی بے دینی اور گمراہی اختیار کرنے پر بادشاہ سے محبت کا تعلق ختم ہوا اور نفرت ظہور پزیر ہوئی۔ دور اکبری کی کسی تاریخ، اکبرنامہ، آئین اکبری، طبقات اکبری اور منتخب التواریخ وغیرہ میں ان بزرگوار کا کوئی ذکر نہیں ملتا، ملا عبدالقادر بدایونی تو ان بزرگوار کا ضرور ذکر کرتے اُن کی تاریخ بھی اُن کے ذکر سے خالی ہے۔

[3] اکبر نے چتور کا قلعہ ۹۷۵ھ مطابق ۱۵۶۷ء میں فتح کیا اور نئے مذہب کا اجراء فتح چتور کے بارہ برس بعد ۹۸۷ھ مطابق ۱۵۷۹ء میں ہوا۔ لہٰذا یہ کہانی بالکل بے بنیاد ہوئی۔

اسی زمانے میں ایک رات کو امام ناصر الدین شہید[1] ابن امام محمد باقر رضؓ کے مزار (درگاہ) میں بعض اعتکاف کرنے والوں نے بیداری کی حالت میں دیکھا کہ ایک سردار اور اس کی جماعت، آلاتِ جنگ کے ساتھ آئی ہے اور ان کے پاس ایک مشعل تھی۔ وہ اس مزار کے قبہ میں داخل ہو گئے (کسی معتکف نے) خیال کیا کہ مسافر ہیں کہ زیارت کی غرض سے آئے ہیں وہ آگے بڑھا تو اُس نے دیکھا کہ وہ رئیس (جماعت) قبر میں داخل ہوا اور اس جماعت میں سے ہر ایک آدمی ایک قبر میں داخل ہو گیا۔

کسی نے اُس سے سوال کیا کہ یہ رئیس کون ہے اور یہ جماعت کیا ہے اس نے کہا کہ حضرت امام (ناصر الدین) ہیں، شہیدوں کی جماعت کے ساتھ ہیں۔ اُس نے پھر سوال کیا کہ کہاں گئے تھے اور کیا کیا؟ اس نے کہا کہ چتوڑ کو فتح کرنے کے لئے گئے تھے اور اُس کو اس وقت اس برج کی طرف سے فتح کر لیا۔

شیخ عبد الغنی کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فتح کی بشارت اور صورت واقعہ اسی طرح بادشاہ (اکبر) سے عرض کر دی۔ کچھ دنوں کے بعد چتوڑ کی فتح بے کم و کاست اسی طریقہ سے عمل میں آئی[2] بادشاہ (اکبر) نے امام (ناصر الدین) کے مزار کے لئے بارہ گاؤں معاف کئے اور شیخ عبد الغنی کے حوالے کر دیئے۔

مسئلہ وحدت الوجود | خواجہ محمد ہاشم کشمی نے شیخ مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ سے

---

[1] در نسخہ الف "در آں" کہ بے معنیٰ است، امام محمد باقر کا کوئی فرزند امام ناصر الدین نہیں ہے اور امام محمد باقر کے کسی فرزند کا متصلِ دہلی اس وقت آنا تاریخی واقعات کے خلاف ہے البتہ ان کی اولاد میں ناصر الدین شہید بروالوی کا ذکر ملتا ہے اور ان کو مرتبین شجرہ نے بائیسویں پشت میں دکھایا ہے ان کا مزار بروالہ متصل ہانسی واقع ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ ناصری اور حامد علی نقوی ص ۱۳-۱۶ و سراج النسب از سراج الحق ص ۲۱-۲۲ (ضیاء الاسلام پریس قادیان ۱۳۱۴ھ)۔

[2] چتوڑ کا تفصیلی حال ۲ اکبر دی گریٹ مغل ص ۸۱-۹۶ (انگریزی) میں ملاحظہ ہو۔

نقل کیا ہے[۱] "کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار (شیخ عبد الاحد) ایک راز معلوم کرنے کی غرض سے ایک مدت تک شیخ عبدالغنی کی ملاقات کے جویاں رہے۔ اس لئے کہ شہر سون پت کے ایک معمر اور بزرگ درویش تھے اُن سے اُن (شیخ عبدالغنی) کو یہ راز پہنچا تھا اور وہ راز یہ تھا جو انہوں نے بتایا کہ میرے مرشد جو تھے وہ میرے نانا تھے، انہوں نے اپنے انتقال کے وقت مجھے ایک شوریدہ کار درویش کی معیت میں اپنے پاس بلایا تاکہ القاء نسبت کریں اور (باطنی فیض) عطا فرمائیں ۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنہوں نے معاملۂ حقیقت کا ایک راز (ہمیں) بتایا۔ اس (راز) کے سُنتے ہی وہ درویش تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور میں اُسی طرح حیران و سراسیمہ جان اپنی جگہ برقرار رہا۔

حضرت والد (شیخ عبدالاحد) اُن (شیخ عبدالغنی) سے اس بات کے سننے کے خواہش مند تھے کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اتفاق کی بات کہ شیخ مذکور کو کسی مہم کی وجہ سے سہرند سے گزرنا پڑا۔ جب وہ سہرند میں تو کارواں سرائے میں ٹھہرے ۔ ہمارے والد بھی وہاں پہنچے، مزاج پرسی اور ملاقات کے بعد تنہائی کی درخواست کی اور اُس راز سربستہ کے ظاہر کرنے اور بتانے کی التماس کی۔ شیخ (عبدالغنی) نے اُس (راز) کو اُن سے بیان کر دیا۔ جب ہمارے والد (شیخ عبدالاحد) شیخ (عبدالغنی) کے پاس سے باہر آئے تو شیخ جمیل الدین نے جو صاحب دل، فاضل اور والد (شیخ عبدالاحد) کے خلفاء میں سے تھے اُن (والد) سے پوچھا کہ آپ نے (اس راز) کو معلوم کیا والد صاحب نے فرمایا کہ ہاں کیا۔ (پھر پوچھا) وہ کیا مسئلہ تھا کہ جو انہوں نے بتایا ۔ فرمایا وہی مسئلہ تھا[۲] جس پر ہم ہیں اور جو ہمارے طریقہ کی جان ہے یعنی یہ سب کچھ (کائنات) جو دکھلائی دیتا ہے واحد حقیقی ہے کہ جو کثرت کے عنوان میں نمودار ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ درویش سادہ لوح تھا اور جیسے ہی یہ وزنی راز اس کے کان میں پڑا تو اس کا حوصلہ اس (راز) کا تحمل نہ کر سکا اور وہ ہلاک ہو گیا اور

---

[۱] ملاحظہ ہو زبدۃ المقامات از خواجہ ہاشم کشمی ص ۱۱۳-۱۱۵ (طبع نول کشور) ۔

[۲] مسئلہ وحدت الوجود مراد ہے ۔

چوں کہ شیخ عبدالغنی، عالم، صاحب تمکین اور راز سے آشنا تھے، اس لئے اپنی جگہ برقرار رہے"۔

شیخ معظم | شیخ معظم بدرجہ اتم شجاعت وغیرہ سے متصف تھے اور اس سلسلہ میں عجیب عجیب واقعات ہیں (جو) حد شمار سے باہر ہیں۔ حضرت والد بزرگوار (شیخ عبدالرحیم) فرماتے تھے کہ شیخ منصور کو کسی راجا سے لڑنا پڑا۔ انھوں نے لشکر کا میمنہ (داہنا حصہ) شیخ معظم کے سپرد کیا اور اس وقت اُن کی عمر بارہ سال کی تھی۔ سخت لڑائی ہوئی، اور دونوں طرف سے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ اسی دوران میں کہنے والے نے شیخ معظم سے کہا کہ شیخ منصور شہید ہو گئے اور ان کی تمام فوج بھاگ گئی، اُن (شیخ معظم) کی رگ غیرت حرکت میں آئی، کفار کے رئیس (کے مارنے) کا قصد کیا۔ اس دوران میں جو کوئی اُن کو روکتا تھا وہ اُس کو زخمی یا قتل کر کے سامنے سے ہٹا دیتے تھے، بہت کوشش کے بعد راجا کے ہاتھی تک پہنچ گئے۔ سردارانِ کفار میں سے ایک شخص نے مقابلہ کیا۔ انہوں نے تلوار کی ایک ضرب سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور اُس کے اعلیٰ جسم کو گھوڑے کے نیچے ڈال دیا۔ (اس کے بعد) بہت سے لوگوں نے ان کو گھیر لیا، اُس راجا نے سب کو منع کیا اور ڈانٹا اور کہا کہ یہ شخص اتنی کم عمری میں ایسی جواں مردی اور جرأت کرتا ہے، یہ بات عجائب روزگار میں سے ہے۔

(راجا نے) اُسی وقت شیخ معظم کے دونوں ہاتھوں کو چوما اور نہایت احترام کیا۔ اور اُس غصہ کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے والد شہید ہو گئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں حملہ کروں اور واپس نہ جاؤں جب تک کہ یا تو راجہ کو قتل نہ کر دوں یا خود نہ مارا جاؤں، راجا نے کہا کہ اُس آدمی نے جھوٹ کہا تھا، تمہارے والد زندہ ہیں اور اُن کے (لشکر کے) جھنڈے فلاں جگہ نظر آ رہے ہیں۔ اُسی وقت شیخ منصور کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم نے اس لڑکے کی وجہ سے صلح کی ہے اور جو کچھ وہ (شیخ منصور) اُس راجا سے چاہتے تھے اُس نے قبول کیا اور وہ واپس آ گئے [1]

ڈاکوؤں سے مقابلہ | حضرت والد (شیخ عبدالرحیم) نے موضع شکوہ پور کے ایک بوڑھے

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے زمانہ کا تعین نہیں فرمایا۔

کسان سے سنا۔ (یہ موضع) شیخ معظم کا تعلقہ تھا کہ ایک مرتبہ تقریباً تیس ۳۰ ڈاکوؤں نے اس گاؤں میں ڈاکا ڈالا۔ اُس وقت شیخ معظم بھی وہاں تھے۔ اور وہاں اُن کی اولاد، بھائیوں اور بنی اعمام میں سے کوئی موجود نہ تھا۔ لوگوں نے اس حادثہ کی اُن کو خبر کی اس وقت دستر خوان بچھ چکا تھا، کھانا آیا۔ انہوں (شیخ معظم) نے کسی عجلت یا جلدی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اور باطمینان تمام حسب معمول کھانے سے فارغ ہوئے۔ ہاتھ دھوئے، پھر کہا میرے ہتھیار لاؤ، اور میرے گھوڑے کو حاضر کرو۔ جب سوار ہوئے تو دیہاتیوں کا ایک ہتھیار بند گروہ آیا۔ انہوں نے سب کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ میں بہت تیزی سے جاؤں گا اور تم میرے گھوڑے کی دوڑ تک نہ پہنچ سکو گے۔ لیکن راوی کو جو گھوڑے کی دوڑ میں برابر ہو سکتا تھا ساتھ لیا تاکہ وہ اپنی قوم کو اس معرکہ سے خبردار کر سکے جو ڈاکوؤں سے واقع ہو۔ پس وہ دوڑے یہاں تک کہ ان ڈاکوؤں کو جالیا کہ جو اپنے ٹھکانوں پر پہنچ چکے تھے، اور غیرت انگیز کلمات کہہ کر (اس) جماعت کو میدان میں لائے، اسی وقت ایک تیر سے دو آدمیوں کو مارنا شروع کر دیا۔ جب انہوں نے دو یا تین تیر اس انداز سے ملاحظہ کئے تو اس جماعت کے دلوں پر بہت رعب غالب آیا، وہ زندگی سے نا امید ہو گئے اور انہوں نے فریاد کرنی شروع کی کہ ہم توبہ کرتے ہیں اور ہمیں معاف کیجئے۔ شیخ (معظم) نے فرمایا کہ تمہاری توبہ یہی ہے کہ خود اپنے ہتھیار اتارو اور ہر ایک دوسرے کے ہاتھ باندھے۔ پھر سواری، ہتھیار، گھوڑے لے کر چلو، یہاں تک کہ اس گاؤں تک پہنچو۔ (انہوں نے) ایسا ہی کیا اور اُس طریقہ سے جو اُن کے مذہب میں مقرر تھا قسم مؤکد کھائی کہ پھر اس قصبہ کے بدخواہ نہ ہوں گے، اور شیخ معظم کی صواب دید سے کبھی تجاوز نہ کریں گے۔

اولاد:۔ غرض شیخ معظم کے سید نور الجبار سون پتی کی لڑکی سے جو ایک عالی نسب سید تھے اور اُن (نور الجبار سون پتی) کے ذی عزت بزرگ، علم و فضل سے آراستہ تھے، تین لڑکے پیدا ہوئے۔ (۱) شیخ جمال (۲) شیخ فیروز (۳) شیخ وجیہ الدین۔

(مسلسل)

شیخ ابوالحسن شاذلی

ڈاکٹر جمال الدین ایشال
مشیر ثقافت سفارت جمہوریہ متحدہ عربیہ مقیم رباط۔ مراکش

شیخ ابوالحسن شاذلی کبار صوفیہ میں سے ایک ممتاز صوفی اور اُن کے قطبوں میں سے ایک قطب تھے۔ وہ مغربِ اقصیٰ (مراکش) میں پیدا ہوئے اور عمر کا ایک بڑا حصہ انہوں نے ٹیونس اور مصر میں گزارا۔

شیخ ابوالحسن شاذلی نے اپنا ایک عظیم مکتب تصوّف قائم کیا جس کے متبعین اور مریدین اب تک دنیا کے ہر حصے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس مکتب تصوّف سے بہت سے طریقے نکلے جو سب فرقۂ شاذلیہ کی طرف منسوب ہیں۔

شیخ ابوالحسن شاذلی مغربِ اقصیٰ کے شہر سبتہ کے قریب ایک گاؤں غمارہ میں ۵۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور اُن کا پورا نام نورالدین ابوالحسن علی بن عبدالجبار ابن یوسف تھا۔ وہ قبیلہ عموان میں سے تھے، جو مغربِ اقصیٰ کا ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ اسی قبیلے میں سے مشہور ولی اللہ سیدی عبدالرحیم القنائی ہیں۔ ان کا مزار مصر کے شہر قنا میں ہے۔ شیخ شاذلی کی ابتدائی زندگی غمارہ گاؤں میں گزری۔ وہیں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی، اور قرآن حفظ کیا۔ پھر ان کا مزید تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ ہوا